احراریوں کی ہر بات اُلٹی ہے

(فرمودہ ۳؍مئی ۱۹۳۵ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

سب سے پہلے مَیں اس امر پر اظہارِ افسوس کرنا چاہتا ہوں کہ ایک خطبہ میں مَیں نے ایسے زوردار الفاظ میں اور ایسی سختی کے ساتھ جس سے زیادہ سختی شرافت کے ساتھ ممکن نہیں ،صدر انجمن کے ممبروں پر اعتراض کیا تھا کہ وہ مسجد کی درستی کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔میں نے کہا تھا کہ یہ برآمدہ بہت چھوٹا ہے بارش ہو تو یہ کافی نہیں اور پھر شور بھی ہوتا ہے اس لئے اسے وسیع کیا جائے اور دیگر ایسے ذرائع بھی اختیار کئے جائیں جن سے لوگوں کو آرام ملے ۔اس خطبہ پر غالباً ۳ یا ۴ ماہ گزر چکے ہیں ۔اُس دن یا شاید دوسرے دن تک انجمن کے ممبروں پر جن کے دل ہیرے سے بھی زیادہ سخت ہیں ،اس کا اثر تھا کیونکہ ایک ناظر نے ایک سکیم مجھے پیش کی تھی کہ یوں کرنا چاہئے اور میں نے اُس سکیم میں بعض غلطیاں نکالی تھیں اور کہا تھا کہ بے شک پہلوؤں میں بھی برآمدے ہوں مگر اس برآمدہ کو بھی بڑا کرنا چاہئے اور یہ بات اُس سکیم میں نہ تھی لیکن جس طرح ایک افیونی آنکھ کھولتا اور پھر سو جاتا ہے بعینہٖ اسی طرح وہ سکیم ایک دفعہ پیش ہو کر یوں گم ہوئی کہ گویا دفن کر دی گئی ہے ۔میں نہیں سمجھ سکتا کہ سلسلہ کے اہم کاموں پر متعیّن ہونے کے بعد ایسی نامعقول سستی ناظر کس طرح کر سکتے ہیں ۔اگر میرے یہ الفاظ انہیں بُرے لگیں تو اِن کی ذمہ داری ان پر ہے ۔میں نے پورے زوردار الفاظ میں انہیں جگانے کی کوشش کی مگر وہ شاید جاگنا چاہتے ہی نہیں ۔آج میں اعلان کرتا ہوں کہ جب تک یہ کام نہیں

شروع ہو جاتا کسی ناظر کو میرے ساتھ ملاقات کا موقع نہ مل سکے گا، میں نہ ان سے ملوں گا اور نہ بات چیت کروں گا جب تک کام شروع نہ ہو جائے اور جب تک وہ اپنے اِس طریق کو نہ بدلیں۔

اس کے بعد میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ میں نے متواتر دوستوں کو سمجھایا ہے کہ مؤمن کے اخلاق بہت زیادہ قیمتی اور اعلیٰ ہوتے ہیں اسے دوسروں سے امتیاز اسی بات میں ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے اس کا جو تعلق ہوتا ہے وہ تو دشمن کو نظر ہی نہیں آ سکتا نظر آنے والی چیز اخلاق ہی ہوتے ہیں اور اگر اخلاقی لحاظ سے کوئی کمزوری سرزد ہو تو منافقوں کو الگ اور مخالفوں کو الگ اعتراض کا موقع ملتا ہے۔ منافق خود بدترین اخلاق کا ہوتا ہے اُسے ذرا چھیڑ کر دیکھو گندی سے گندی گالیاں دینے لگ جائے گا لیکن دوسروں پر اعتراض بھی وہی سب سے زیادہ کرے گا اس کے اپنے اخلاق اس قدر گندے ہوں گے کہ شرم آئے گی۔ اسے اگر ذرا چھیڑو تو فوراً اس کے منہ میں جھاگ آنے لگے گی۔ یا طنزیہ گفتگو کرنے لگے گا یا بدظنّی کرنے لگے گا لیکن جب کسی مؤمن میں کوئی کمزوری دیکھے گا تو فوراً ناصح بن جائے گا کہ دیکھو ہماری جماعت کے اخلاق کیسے گندے ہو گئے ہیں ، ہمیں بہت اعلیٰ اخلاق دکھانے چاہئیں وہ الفاظ ایسے ہی استعمال کرے گا جو بہت خوشنما ہوں مثلاً کہے گا خلیفۃ المسیح الثانی بار بار نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ اخلاق بلند ہونے چاہئیں۔ مگر اصلی منشاء اس کا یہی ہوگا کہ دیکھا مَیں نے بھی بدلہ لے لیا اور تم پر بھی اعتراض کر ہی دیا۔ پس مؤمن کے اخلاق میں کمزوری آنے کی صورت میں مخالف الگ اعتراض کرتے ہیں اور منافق الگ، اور ان سب سے بالا اللہ تعالیٰ کا اعتراض بھی ہے۔ غیر تو جو کچھ کہے انسان برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنا اور پھر محبوب جو اعتراض کرے وہ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ پس میں نے جماعت کے دوستوں کو متواتر توجہ دلائی ہے کہ ان ایامِ ابتلاء میں وہ لوگوں کی گالیوں کی پرواہ نہ کریں۔ گالیاں انسان کے اپنے اخلاق کو ظاہر کرتی ہیں جسے گالیاں دی جائیں اس کا ان سے کچھ نہیں بگڑتا۔ جتنی کوئی شخص زیادہ گالیاں دے گا اُتنا ہی اس کا گند زیادہ ظاہر ہوگا۔ ہمیں صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ جس بات پر اعتراض کرتا ہے اگر وہ واقعی ہم میں ہے تو اپنی اصلاح کریں اور اگر نہیں تو پھر غصہ کی کیا بات ہے وہ خود جھوٹ بولتا، اپنی عاقبت بگاڑتا اور انجام خراب کرتا ہے ہمارا اس میں کیا نقصان ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ بڑا نازک مرحلہ ہے یہ نہیں کہ میں اس بات کو معمولی ظاہر کرنا چاہتا ہوں اور میرا مطلب یہ ہے کہ غیرت نہیں ہونی

چاہئے ، غیرت ہونی چاہئے اور ضرور ہونی چاہئے ، غیرت مؤمن سے وہ کام کرا لیتی ہے جو دوسرے نہیں کر سکتے مگر غیرت کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ آدمی لڑے یا فساد کرے ۔ جس طرح بکھرا ہؤا پانی کوئی طاقت نہیں رکھتا مگر نہر کا پانی اپنے اندر بہت طاقت رکھتا ہے اسی طرح غیرت کا صحیح استعمال بھی بڑے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے ۔ اور حقیقی غیرت وہی ہوتی ہے ۔ یہ کیا غیرت ہے کہ گالی کے جواب میں گالی دے دی یا تھپڑ مار دیا ۔ غیرت یہ ہے کہ کوئی سلسلہ پر اعتراض کرے تو وہاں سے چلے جائیں ۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور دعا کرنی چاہئے ۔ پھر غیرت یہ ہے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ زیادہ زور سے کریں اور اس طرح دشمن کی طاقت کو توڑنے کی کوشش کریں ۔ گالی کے جواب میں گالی حقیقی غیرت نہیں بلکہ کمزوری کہلائے گی ایسا انسان جو گالی کو برداشت نہیں کر سکتا اور لڑ پڑتا ہے ، ہم اسے مجرم تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کا فعل جوابی ہے ، مجرم وہی ہے جو ابتدا کرتا ہے لیکن اس کے باوجود جوابی طور پر سختی بھی جب تک کسی خاص غرض کے ماتحت نہ ہو جیسے انبیاء کرتے ہیں ان کے پیشِ نظر اعلیٰ مقاصد ہوتے ہیں اخلاق کا ادنیٰ درجہ کہلائے گی ۔ اوّل تو سوال یہ ہے کہ جہاں گالیاں دی جاتی ہیں وہاں انسان جائے ہی کیوں ۔ یہاں مخالف لوگ تقریریں کرتے ہیں اور بعض احمدی سننے چلے جاتے ہیں ان کا وہاں جانا ہی بتاتا ہے کہ وہ حقیقی غیرت کے مقام پر نہیں ہیں ۔ کیا کبھی کسی شخص کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ فلاں مقام پر میرے باپ کو گالیاں دی جا رہی ہیں مَیں جا کر سن آؤں یا کوئی کسی کو اطلاع دے کہ فلاں جگہ تمہاری ماں کو گالیاں دی جا رہی ہیں اور وہ جھٹ جوتا ہاتھ میں پکڑ کر بھاگ اُٹھے کہ سنوں کیسی چٹخارے دار گالیاں دی جاتی ہیں اگر تمہارے اندر حقیقی غیرت ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اپنے امام اور دوسرے بزرگوں کے متعلق گالیاں سننے کے لئے جاتے ہی کیوں ہو ۔ تمہارا وہاں جانا بتاتا ہے کہ تمہارے اندر غیرت نہیں یا ادنیٰ درجہ کی غیرت ہے ۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آریوں نے لاہور میں ایک جلسہ کیا اور آپ سے خواہش کی کہ آپ بھی مضمون لکھیں جو وہاں پڑھا جائے آپ نے فرمایا ہم ان لوگوں کی عادت کو جانتے ہیں یہ ضرور گالیاں دیں گے اس لئے ہم ان کے کسی جلسہ میں حصہ نہیں لیتے ۔ مگر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور لاہور کے بعض دوسرے لوگ جن کی خوشامد وغیرہ کر کے آریوں نے انہیں آمادہ کر لیا ہؤا تھا

کہنے لگے چونکہ اب ملک میں سیاسی تحریک شروع ہوئی ہے اس لئے آریوں کا رنگ بدل گیا ہے آپ ضرور مضمون لکھیں اس سے اسلام کو بہت فائدہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِکراہ کے باوجود اُن کی بات مان لی اور مضمون رقم فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو پڑھنے کے لئے لاہور بھیجا، میں بھی گیا اور بھی بعض دوست گئے تھے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون پڑھا گیا جس میں سب باتیں محبت اور پیار کی تھیں اس کے بعد ایک آریہ نے مضمون پڑھا جس میں شدید گالیاں رسول کریم ﷺ کو دی گئی تھیں اور وہ تمام گندے اعتراضات کئے گئے تھے جو عیسائی اور آریہ کرتے ہیں مجھے آج تک اپنی اِس غفلت پر افسوس ہے میرے ساتھ ایک اور صاحب بیٹھے تھے ٹھیک یاد نہیں کون تھے غالباً اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی یا کوئی اور تھے جب آریہ لیکچرار نے سخت کلامی شروع کی تو میں اُٹھا اور میں نے کہا میں یہ نہیں سن سکتا اور جاتا ہوں مگر اُس شخص نے جو میرے پاس بیٹھا تھا کہا کہ حضرت مولوی صاحب اور دیگر علماء سلسلہ بیٹھے ہیں اگر اُٹھنا مناسب ہوتا تو وہ نہ اُٹھتے۔ میں نے کہا اُن کے دل میں جو ہوگا وہ جانتے ہوں گے مگر میں نہیں بیٹھ سکتا مگر اُس نے کہا راستے سب بند ہیں دروازوں میں لوگ کھڑے ہیں آپ درمیان سے اُٹھ کر گئے تو شور ہوگا اور فساد پیدا ہوگا چپکے بیٹھے رہو۔ میں اس کی باتوں میں آ گیا اور بیٹھا رہا مگر مجھے آج تک افسوس ہے کہ جب ایک نیک تحریک میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی تھی تو میں کیوں نہ اُٹھ آیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ سنا کہ جلسہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی گئی ہیں تو آپ سخت ناراض ہوئے اور سب سے زیادہ ناراض آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر ہوئے بار بار فرماتے کہ آپ سے مجھے یہ امید نہ تھی کہ رسول کریم ﷺ کو اس طرح گالیاں دی جاتیں اور آپ چپکے بیٹھے سنتے رہتے آپ کو چاہئے تھا کہ پروٹسٹ کرتے اور اسی وقت اُٹھ کر آ جاتے، آپ کی غیرت نے یہ کس طرح گوارا کیا کہ آپ ایک منٹ بھی وہاں بیٹھیں۔ غرض آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ معلوم ہوتا تھا شاید جماعت سے خارج کر دیں مولوی محمد احسن صاحب جلسہ میں نہیں گئے تھے مجھے یاد ہے چلتے چلتے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کی تصدیق بھی کرتے جاتے تھے اور پھر ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ ذہول ہو گیا ذہول کا لفظ میں نے اُن سے ہی اُس وقت پہلی دفعہ سنا اور وہ یہ بات بار بار اس طرح کہتے تھے کہ جس سے ہنسی آ جائے۔ افسوس کا اظہار بھی کرتے جاتے تھے اور پھر ساتھ

ہی یہ بھی کہتے جاتے کہ ڈھول ہو گیا۔ خیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تھوڑی دیر بعد معاف کر دیا تو ہمارے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ موجود ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ڈائرسٹ (DIARIST) کے لئے ضروری ہے کہ جائے اور نوٹ لے کر اپنی جماعت کو اطلاع دے۔ پھر اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ ان گالیوں کو ہم بعد میں کتاب کی صورت میں شائع کر دیں کیونکہ یہ بھی سلسلہ کی تائید کا ایک حصہ ہے لیکن اُس وقت اُس مجلس میں بیٹھنا، اس مجلس کے اعزاز کو بڑھانا ہے ہم انہیں کتابوں میں لکھنے پر مجبور ہیں کیونکہ آئندہ نسلوں کو ان باتوں سے آگاہ کرنا ضروری ہے مگر مجلس میں جاکر بیٹھنے سے نہ آئندہ نسلوں کو کوئی فائدہ ہے اور نہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کو، اور جو ایسی مجالس میں جاتے ہیں وہ غیرت کو پامال کرتے ہیں۔ پس میں جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ڈائرسٹوں کے سِوا ایسی مجالس میں کوئی نہ جائے جو پہلے جاتا تھا اس کے متعلق ماننا پڑے گا کہ وہ غیرت کے اعلیٰ مقام پر نہیں اور اس خطبہ کو سننے کے بعد اگر کوئی جائے گا تو میں سمجھوں گا کہ اس کے اندر غیرت ہے ہی نہیں لیکن اب تو یہاں یہ حالت ہو گئی ہے کہ ہمیں گھروں پر آکر گالیاں دی جاتی ہیں مگر اس صورت میں بھی میں کہوں گا اپنے کانوں میں اُنگلیاں دے لو، دروازے بند کر لو اور دعاؤں میں لگ جاؤ اچھی طرح یاد رکھو کہ یہ کوئی بُزدلی نہیں بلکہ قوت کا موجب ہے جب ہم ہوا کو دباتے ہیں تو توپ کی طرح آواز پیدا ہوتی ہے اسی طرح جب تم اپنے جذبات کو دبانے کے عادی ہو جاؤ گے تو تمہارے اندر بم کی سی قوت پیدا ہو گی اور تمہارے اخلاق میں اصلاح پیدا ہو گی، تبلیغ میں اثر ہو گا اور اِسی چیز کی ہمیں ضرورت ہے۔ گالی کا جواب گالی میں دے دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ کسی نے بدمعاش کہا تم نے بھی آگے سے اسے بدمعاش کہہ دیا اس کا فائدہ کیا ہؤا؟ فائدہ کی صورت یہ ہے کہ وہ گالیاں دیں اور تم دعائیں کرو، نمازیں پڑھو۔ ذکر الٰہی سے تو ثواب حاصل ہوتا ہے مگر کیا تم نے کبھی کسی کتاب میں یہ بھی پڑھا ہے کہ گالی کا جواب گالی میں دینے سے بھی ثواب حاصل ہوتا ہے پس غیرت کو صحیح طور پر دکھاؤ۔ غیرت یہ ہے کہ کوئی شخص تمہارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یا خلیفہ پر حملہ کرتا ہے تو تم کھڑے ہو کر کہو کہ اس کے جواب میں اتنے دن تبلیغ کے لئے وقف کرتا ہوں اور وہاں سے اُٹھ کر چلے جاؤ مگر عَلَی الْاِعْلَان یہ کہہ جاؤ کہ اس کے جواب کے لئے میں اتنے دن زیادہ تبلیغ کے لئے وقف کرتا ہوں اور اس طرح جو گند ان لوگوں کے اندر ہے اس کی اصلاح کروں گا یہ حقیقی

غیرت ہوگی، یہ کیا غیرت ہے کہ جواب میں خود گالیاں دینے لگ گئے۔ ایسی مجالس میں جا کر بیٹھنا اور گالیاں سننا بے غیرتی ہے اور گالی دینا کمزوری ہے ان میں سے کوئی بھی ثواب کی چیز نہیں۔ثواب یہ ہے کہ تبلیغ کرو میں نے خود نہیں پڑھا سنا ہے الفضل میں نکلا ہے یا شاید کسی اور اخبار میں چھپا ہو، اگر الفضل میں بھی ہے تو وہ پرچہ میری نظر سے نہیں گزرا کہ کسی مولوی نے کہا اگر میرے پاس روپیہ ہوتو میں خلیفہٗ قادیان کی بیویوں کو نکال لاؤں۔ اب اس کے یہ کہہ دینے سے میرا کیا بگڑ گیا ہاں اس نے اپنے متعلق ثابت کر دیا کہ وہ غنڈہ ہے۔کبھی کسی نیک اور بزرگ انسان نے بھی کہا ہے کہ فلاں کی بیوی کو نکال لاؤں گا۔ پس ان الفاظ سے میرا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا ہاں کہنے والا خود بدمعاش ثابت ہوتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

ایسی باتیں سن کر تمہیں تو لَاحَـــوْلَ پڑھنا چاہئے کہ مسلمان اس قدر گر گئے ہیں کہ جس قوم کے لیڈر یہ باتیں کرنے والے ہوں وہ قوم کیا باقی رہے گی۔جس کے مذہبی لیڈر یہ کہیں کہ ہم دوسروں کی بیویاں نکال لائیں گے اس کی زندگی کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔کیا یہی باتیں رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے متعلق اُس زمانہ کے کفّار نہ کہتے تھے؟ آج بھی احادیث نکال کر دیکھ لو معلوم ہوگا کہ اُس زمانہ کے عرب شعراء رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق تشبیب کیا کرتے تھے ۔اور ان باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی ان کے مثیل ہیں۔تمہیں تو ان لوگوں کی ایسی حرکات سے خوش ہونا چاہئے کہ اس بات کا ایک اور ثبوت مل گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم ﷺ کے مثیل تھے جبھی تو یہ لوگ آپ کے دشمنوں کے مثیل بنے۔ یہ باتیں عَلَی الْاِعْلَان ہو رہی ہیں اور حکومت خاموش ہے اس میں ہماری کوئی ذلّت نہیں بلکہ حکومت کی ذلّت ہے، مسلمان خاموش ہیں ان کی ذلّت ہے، ہماری تو عزت ہی عزت ہے جب اس قدر گند دیکھ کر بھی حکومت جس نے قانون بنایا ہوا ہے کہ فحش کلامی اور اخلاق سوز تقریریں اور تحریریں،تصویریں اور کارٹون وغیرہ جرم ہیں، خاموش ہے تو یہ اس کی ذلّت ہے۔ یہ باتیں پلیٹ فارموں پر کہی جاتی ہیں ۔اور پولیس کے ڈائری نویس موجود ہوتے ہیں وہ رپورٹیں لکھتے ہیں لیکن حکومت ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت خود قانون شِکنی چاہتی ہے۔ پھر اس سے یہ ثابت ہے کہ ہمارے دشمنوں کے اخلاق بگڑ گئے ہیں اور اس سے یہ ثابت ہے کہ ہماری ترقی نہ

حکومت کی مدد سے ہوسکتی ہے اور نہ مسلمانوں کی مدد سے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی ہوسکتی ہے۔ ان باتوں میں ہمارا فائدہ ہی فائدہ ہے نقصان اگر ہے تو حکومت کا کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود قانون کو نافذ کرانا نہیں چاہتی۔ ابھی ایک مقدمہ اس کی طرف سے چلایا گیا تھا جس کے متعلق وقت آنے پر ہم ثابت کریں گے کہ یہ دراصل ہمارے خلاف تھا اور پولیس اور سول کے بعض افسر ایک خاص مقصد کو مدّنظر رکھ کر کام کر رہے تھے یہ اور بات ہے کہ وہ کچھ ثابت نہ کر سکے اور عدالت نے بھی اپنے فیصلہ میں لکھ دیا کہ بہت سی باتیں غلط ہیں۔ اس فیصلہ کو پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ عدالت بھی سمجھتی تھی کہ یہ مقدمہ عطاء اللہ کے خلاف نہیں بلکہ ہمارے خلاف چلایا گیا ہے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل نے ہر جگہ ہماری بریت کی ہے۔ دو ایک جگہ پر خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ ایک کے متعلق تو لکھا ہے کہ یہ اس مقدمہ میں زیر بحث نہیں آسکتا اور ایک بات ایسی ہے جس کے متعلق صحیح ریکارڈ عدالت کے سامنے نہیں لایا گیا۔ ہم تو اس مقدمہ میں ایسے مدعا علیہ تھے جنہیں بولنے کا حق نہ تھا مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور عدالت نے قریباً تمام اعتراضات کو ردّ کر دیا ہے۔ قادیان میں ہماری حکومت بتائی جاتی تھی مگر عدالت نے تسلیم کیا ہے کہ یہ غلط ہے صرف معمولی جھگڑے جو نا قابلِ دست اندازی پولیس ہوتے ہیں یہاں طے کرا دیئے جاتے ہیں۔ سوائے ایک کے جس میں غلطی لگی ہے۔ پھر کہا جاتا تھا کہ تبلیغ تشدّد سے کی جاتی ہے مگر عدالت نے لکھا ہے کہ خود ان کے گواہوں اور جماعت احمدیہ کے دشمن گواہوں نے تسلیم کیا ہے کہ تبلیغ میں کوئی سختی نہیں کی جاتی۔ ایک مقدمہ قتل تھا اس کے متعلق لکھا ہے کہ ملزم نے خود اس مقدمہ کی مسل داخل نہیں کرائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے حق میں نہیں اگر یہ بات ان کے حق میں تھی تو مسل کیوں پیش نہیں کی گئی بلکہ فیصلہ کے ایک فقرہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید عدالت نے اس فیصلہ کو پڑھا ہے۔ اس فیصلہ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ قتل سخت اشتعال کا نتیجہ تھا اسی طرح اور بھی بہت سے امور کے متعلق بھی ہماری بریت کی ہے باوجودیکہ گورنمنٹ نے ہمیں مدعا علیہ بنایا اور ایسی صورت میں کہ ہم کوئی جواب بھی نہ دے سکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری بریت عدالت سے کرا دی ہے۔ میں یہ نہیں جانتا کہ اس مقدمہ کی کارروائی میں ضلع گورداسپور سے باہر کے حکام بھی شامل تھے یا نہیں اور حُسنِ ظنی سے کام لیتے ہوئے میں یہی کہتا ہوں کہ نہیں تھے لیکن ضلع کے حکام کا ایک طبقہ تو ضرور اس میں شامل تھا بعض گواہیاں بھی اس سلسلہ میں

ہمیں ملی ہیں اور بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ حکام ان سے کیا کچھ کہتے رہے میں ان باتوں کا اعلان بعد میں کروں گا لیکن یہ ابھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ بعض مزید سوالات ایسے کئے جا سکتے تھے جن سے ان اعتراضات کا حل ہوسکتا جو ہم پر کئے گئے ،مگر وہ نہیں کئے گئے اور اس طرح بعض امور کو مشتبہ ہی رہنے دیا گیا حالانکہ مقامی حکام کا فرض تھا کہ جو باتیں ہم پر اعتراض بنتی تھیں اُن کو حل کراتے کیونکہ ہماری جماعت کی عزت گورنمنٹ کے ہاتھ میں تھی مگر پھر بھی ہمیں کوئی شکوہ اور گلہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بریت کردی ۔تو میں بتا یہ رہا تھا کہ یہ الزام حکومت پر عائد ہوتا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے جب مَیں گورنمنٹ کا لفظ بولتا ہوں تو میری مراد اُن ذمہ دار حکام سے ہے جن کا براہِ راست اس سے تعلق تھا خواہ ان کا سلسلہ ضلع تک ہی ختم ہو جاتا ہو یا باہر تک جاتا ہو۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ کہاں تک جاتا ہے پھر اس فیصلہ میں بھی ایک ایسا ریمارک ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے ۔عدالت نے لکھا ہے کہ ملزم کی تقریر کے دو حصے ہیں ایک حکومت کے خلاف اور ایک جماعت احمدیہ کے خلاف ۔ ایک حصہ میں حکومت پر حملے کئے گئے ہیں اور دوسرے میں جماعت احمدیہ پر۔ اب سوال یہ ہے کہ حکومت نے اس حصہ کی بناء پر مقدمہ کیوں نہ چلایا جو اس کے خلاف تھا اور کیوں اس حصہ پر چلایا جو ہمارے خلاف تھا ہمارے خلاف حصہ کی بناء پر مقدمہ چلانے میں تو مذہبی اختلاف کی وجہ سے شورش ہوسکتی تھی جیسے اب ہو رہی ہے لیکن اگر حکومت اس حصہ کی بناء پر مقدمہ چلاتی جو اس کے خلاف تھا تو اس قسم کی کوئی شورش بھی نہ ہوسکتی ۔پس یہ ایک مُعمّہ ہے عدالت نے تسلیم کیا ہے کہ تقریر کا ایک حصہ حکومت کے خلاف تھا پھر یہ راز سمجھ میں نہیں آتا کہ حکومت کیوں ہماری تو خیر خواہ بنتی ہے مگر اپنی نہیں بنتی ۔ کیوں نہیں بنتی ۔ یہ ایک مُعمّہ ہے تو میں بتا رہا تھا کہ ان گالیوں سے یا تو اعتراض حکومت پر آتا ہے کہ انہوں نے اپنی ذمّہ داری کو نہیں سمجھا یا احرار پر کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اسلامی اخلاق کو بھلا دیا ہے بلکہ بگاڑ دیا ہے ہمارا تو فائدہ ہی فائدہ ہے ہم اگر خاموش رہتے ہیں تو ثواب ملتا ہے اور اگر تبلیغ کرتے ہیں اور ان گالیوں کو سن کر اپنے اوقات اور جان و مال سلسلہ کی ترقی کے لئے وقف کر دیتے ہیں تو ثواب کے علاوہ ترقی بھی حاصل ہوتی ہے ۔ پھر اس سے لوگوں کو یہ بھی دیکھنے کا موقع ملتا ہے کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی مدد سے ترقی نہیں کر رہی ۔ پہلے یہ اعتراض کیا جاتا تھا مگر اب تو ضلع گورداسپور بھی ہمارے لئے صوبہ سرحد بنا ہوا ہے اس لئے نہیں کہا جا

سکتا کہ اب جو ترقی ہو رہی ہے وہ حکومت کی مدد سے ہوتی ہے۔ گندی سے گندی گالیاں ہمیں دی جاتی ہیں، احمدی عورتوں پر ناپاک الزام لگائے جاتے ہیں مگر پولیس والے چپ چاپ بیٹھے سنتے بلکہ ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں اور گالیاں دینے والوں کو بلا بلا کر اِن سے مشورے کرتے ہیں اور ان سب باتوں کا کوئی علاج نہیں کیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں یہ دَور بھی ہم پر اللہ تعالیٰ کی خاص مصلحت کے ماتحت آیا ہے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ احمدیت انگریزوں کی مدد سے ترقی نہیں کر رہی جب یہ دَور ختم ہو جائے گا تو بالا افسروں کو خود بخود توجہ ہو جائے گی اور وہ محسوس کریں گے کہ ان کے ماتحتوں نے غلطی کی۔ پھر برطانوی انصاف جس کی ہم ہمیشہ سے تعریف کرتے آئے ہیں قائم ہوگا یہ درمیانی دَور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس لئے ہے کہ تا یہ الزام ہم پر نہ رہے کہ یہ جماعت انگریزوں کی مدد سے ترقی کر رہی ہے۔

اب قادیان میں کئی معزز غیر احمدی اور ہندو آتے ہیں اور حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ ہم تو سمجھتے تھے یہ جماعت حکومت کی خاص حفاظت میں ہے مگر آپ لوگ تو یہاں ''بتیس دانتوں میں زبان'' کی حیثیت رکھتے ہیں غرض اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں فائدہ ہی ہو رہا ہے وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ پنجاب کے افسروں پر حقیقت کھول دے گا اُس وقت ان ماتحت افسروں سے بھی باز پُرس ہو جائے گی جو ہم پر ظلم کر رہے ہیں اور ہمارے ظلم کا بھی ازالہ ہو جائے گا مگر ہم تو کسی بندے سے ازالہ کے خواہاں ہی نہیں ہیں ہاں ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ خود اپنا فرض ادا کریں گے کیونکہ ہمارا انگریزوں سے ہمیشہ تعاون رہا ہے ورنہ ہمارا اعتماد اور امید تو اللہ تعالیٰ پر ہی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ایک ایک چیز کا بدلہ ایسا لے گا کہ دنیا یاد رکھے گی۔ مصر کے ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ جس محلّہ میں وہ رہتے تھے وہاں کے لوگ ان پر اور ان کے بیوی بچوں پر طرح طرح کے الزام لگاتے رہتے تھے انہوں نے بہتیرا سمجھایا اور کہا کہ خدا سے ڈرو مگر ان لوگوں نے ایک نہ مانی آخر خدا تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہوئی۔ اس محلّہ والوں میں بدکاری پھیلی اور یہاں تک پھیلی کہ اب وہ کنچنیوں کا محلّہ ہے۔ پس ان باتوں سے ہمارا تو کچھ نہیں بگڑتا یہ لوگ اپنے اخلاق بگاڑتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھی اپنے اوپر بھڑکاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایک طرف تو کہتے ہیں ہم حکومت کا تختہ اُلٹنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف جان نکلتی جا رہی ہے ذرا کوئی بات ہو تو

شور مچا دیتے ہیں کہ پولیس کہاں ہے؟ کیوں انگریز ہماری مدد نہیں کرتے؟ تختہ اُلٹنے کا دعویٰ کرنا اور پھر حکومت سے مدد بھی مانگنا یہ بالکل عجیب بات ہے جو تختہ اُلٹنے والے ہوں وہ اس طرح مدد نہیں مانگا کرتے بلکہ ان کو تو مدد دینے کے لئے اگر کوئی آئے تو بھی وہ کہہ دیتے ہیں کہ جاؤ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں لیکن ایک طرف تو ان لوگوں کی یہ حالت ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے مقابل پر اتنے دلیر ہیں کہ اُس کے غضب سے بھی نہیں ڈرتے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اتنا خیال نہیں آتا کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور اعمال پر جزا سزا مترتب ہوگی جو بات کرتے ہیں اُلٹی اور جو چال چلتے ہیں اُلٹی ہی چلتے ہیں۔ ادھر ہمارے خلاف شورش ہے اور اس بات کو بالکل نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں میں اختلاف بڑھ رہا ہے اور ان کی تباہی کے سامان جمع ہو رہے ہیں مسلمانوں میں سے تو کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی البتہ ہمارے صوبہ کے گورنر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور آپ نے انجمن حمایتِ اسلام کے جلسے پر تقریر کرتے ہوئے دردمندانہ نصیحت کی کہ لڑائی جھگڑے چھوڑ دو، ورنہ اپنی حالت کو کمزور کرلو گے ایک انگریز افسر کے منہ سے یہ فقرات سن کر ان لوگوں کو شرم آ جانی چاہیے تھی کہ غیر بھی ہماری خیر خواہی کرتے ہیں لیکن بجائے اس کے کہ یہ لوگ ان کی اس ہمدردی کی قدر کرتے جھٹ اعلان کر دیا کہ تم اپنا کام کرو تمہیں ان باتوں سے کیا واسطہ۔ ہمیں تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں حالانکہ اگر دیکھا جائے تو گورنر صاحب کا اس میں کوئی فائدہ نہ تھا۔ لوگ تو اعتراض کرتے ہیں کہ حکومت لڑانا چاہتی ہے اگر یہ بات صحیح ہوتی تو گورنر صاحب کو چاہیئے تھا کہ کہتے خوب لڑو، اسی میں تمہارا فائدہ ہے مگر وہ یہ نصیحت کرتے ہیں کہ لڑنا اچھا نہیں مگر بجائے اس نصیحت سے فائدہ حاصل کرنے کے ان لوگوں نے اسے ٹھکرا دیا۔ ان کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ گرمی کے موسم میں دھوپ میں بیٹھا تھا کسی نے از راہِ ہمدردی کہا کہ سائے میں ہو جاؤ تو اُس نے جواب دیا کہ کیا دو گے؟ ہز ایکسی لنسی نے ان کی خیر خواہی کی لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے سر ظفر علی جیسے اُٹھے اور باوجودیکہ ہائی کورٹ کے جج رہ چکے تھے ہز ایکسی لنسی کی اس دردمندانہ نصیحت کے جواب میں کہا کہ آپ اپنا کام کیجئے یہ فساد تو آپ کا ہی پیدا کردہ ہے اور حکومت ہی اسے بڑھا رہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو آئندہ کوئی نصیحت بھی نہ کرے۔ کیا یہ ایسے لوگوں کی باتیں نہیں ہیں جن کی عقل ماری گئی ہو کہ نصیحت بھی برداشت نہیں کر سکتے خواہ وہ کتنے فائدہ

کی کیوں نہ ہو۔ اوّل تو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا، پھر ناصح سے لڑنا اور تیسرا اب اور کمال یہ کیا کہ حادثہ کراچی کی وجہ سے سلور جوبلی کی خوشی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے بھلا کوئی پوچھے کہ سلور جوبلی کا کراچی کے حادثہ سے تعلق ہی کیا ہے۔ اگر سارے انگریز ظالم ہوں تب بھی ملک معظّم کی ذات سے عِناد کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ انگلستان کا بادشاہ آئینی ہوتا ہے وہ حکومت کی تفاصیل میں دخل نہیں دیتا وہ تو ایک مرکزی نقطہ ہوتا ہے جو مختلف ممالک کو جمع کرتا ہے اور جب کسی انگریز افسر کے افعال سے بادشاہ کو کوئی تعلق ہی نہیں تو پھر ان کی سلور جوبلی سے عِناد کیسا۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ کہتے ہیں ''ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ''۔ کراچی کے بعض افسر غلطی کرتے ہیں، بمبئی کی گورنمنٹ بھی ان کی تائید کرتی ہے اور اگرچہ یہ صحیح نہیں لیکن میں فرض کر لیتا ہوں کہ گورنمنٹ آف انڈیا بھی ان کی تائید کرتی ہے اور گورنمنٹ برطانیہ بھی لیکن جب حکومت کی تفاصیل سے کوئی بادشاہ کا تعلق ہی نہیں تو پھر سلور جوبلی پر غصہ کس بات کا؟ ملک معظّم تو صرف محبت کا اور اخلاقی تعلق قائم کرنے والا وجود ہے ورنہ آسٹریلیا والے اپنا علیحدہ قانون بناتے ہیں، کینیڈا والے اپنا علیحدہ بناتے ہیں، اس طرح ہر حصۂ حکومت اپنے طور پر آزاد ہے اور بادشاہ کو اس کی حکومت کی تفاصیل سے کوئی تعلق نہیں پھر ایسے وجود پر غصہ جو محض محبت کے قیام کے لئے ہے کس قدر مضحکہ خیز امر ہے۔ برطانوی سلطنت میں بادشاہ حکومت کے لئے نہیں بلکہ محبت کے جذبات کے اتحاد کے لئے ہے بھلا ایسے بادشاہ پر جسے حکومت سے کوئی واسطہ نہیں نزلہ گرانا بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ لوگ ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ ہم ماتم کر رہے ہیں لیکن کیا یہ آٹھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کے مدعی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان سینما میں نہیں جاتے، شہروں میں جا کر دیکھو ہر سینما میں مسلمان تماش بین زیادہ ہوں گے اگرچہ مسلمان غریب زیادہ ہیں مگر سینما دیکھنے والوں میں بھی زیادہ تعداد انہی کی ہوتی ہے اُس وقت کوئی ماتم یاد نہیں رہتا۔ پھر مسلمانوں کے محلّہ میں جاؤ فونوگراف اور گراموفون بج رہے ہیں اور گانے ہو رہے ہوں گے۔ ابھی احرار کا لدھیانہ میں جلسہ ہؤا اور انہوں نے وہاں بڑی شان وشوکت سے جلوس نکالا اُس وقت ماتم کیوں بھول گیا؟ کسی کا بچہ مر جائے اور وہ خود تو کنچنیوں کا ناچ کرائے لیکن دوسرا ولیمہ کے لئے بھی بلائے تو کہہ دے میں ماتم میں ہوں تو اسے کون معقولیت قرار دے سکتا ہے۔

پس سینماؤں میں مسلمان بکثرت جاتے ہیں اُس وقت انہیں کراچی کا حادثہ یاد نہیں رہتا پھر

بیسیوں فونوگراف اور گراموفون مسلمانوں کے گھروں میں روز بجتے ہیں اور کسی کو کراچی کا حادثہ یاد نہیں آتا لیکن سلور جوبلی جو مختلف ممالک کے اتحاد کی نمائش ہے، اس کیلئے کراچی کا ماتم ان کے آگے روک ہے گویا یہ لوگ عقل سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھے ہیں نہ انہیں ملک کے اتحاد کا خیال ہے نہ قومی ترقی کا۔ حکومت سے اختلاف کرنے کا ہمیں بھی موقع پیش آیا مگر ہم سمجھتے ہیں کہ برطانوی حکومت اور چیز ہے ملک معظّم کی سلور جوبلی اور چیز۔ جس اصل کی پیروی احراری کر رہے ہیں اگر اسے صحیح سمجھ لیا جائے تو پھر کسی مسلمان کے چور ثابت ہو جانے کی وجہ سے کہنا پڑے گا کہ سارے مسلمان خراب ہو گئے۔ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فلاں عورت خوبصورت تھی میں نے اُسے دیکھا اور ضبط نہ کر سکا، اور اُسے چوم لیا۔ آپ نے اسے علاج بتا دیا اور وہ چلا گیا اب کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ سارے مسلمان ہی ایسے تھے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ہندو مسلمانوں کے دشمن ہیں مگر کیا سارے ہندو ایسے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہندوؤں میں ہزاروں لاکھوں انسان ایسے ہیں جو اپنے مسلمان ہمسایہ کے لئے اپنی جانیں قربان کر سکتے ہیں۔ حکومت کے ساتھ احراریوں کی بھی لڑائی ہوئی اور ہماری بھی لیکن ہم کہتے ہیں کہ چند افسروں نے شرارت کی اور ہمارا غصہ انہی پر ہے وہ اپنی کسی خوشی کی تقریب پر اگر بلائیں تو ممکن ہے ہم انکار کر دیں لیکن یہاں تو حکومت کا ہی سوال نہیں بلکہ یہ خوشی تو بادشاہ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے حکومت اور چیز ہے اور بادشاہت اور چیز دونوں کو ملانا حد درجہ کی حماقت ہے۔ تم انگریزوں کو کتنا بُرا کہہ لو مگر یہ حقیقت ہے کہ کئی آزاد ممالک ان کے ذریعہ اکٹھے ہو رہے ہیں اور ساری دنیا یا تو اسی ماڈل پر متحد ہو سکتی ہے یا اسی میں شامل ہو کر متحد ہو سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ باتیں احراریوں کو بُری لگیں گی اور وہ کہیں گے کہ یہ انگریزوں کی حکومت کو ساری دنیا پر دیکھنا چاہتے ہیں مگر جس بات کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اسے ان کے کہنے سے چھوڑ نہیں سکتے۔

ہم کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں نبی آ سکتا ہے مگر وہ اس پر بُرا مناتے ہیں تو کیا ہم اسے چھوڑ دیں؟ اگر یہ باتیں انہیں بُری لگتی ہیں تو میں یہی کہوں گا کہ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ[1] جاؤ اور جا کر غصہ میں جلتے رہو ہم تو محمد ﷺ کی عزت قائم کرنا چاہتے ہیں تمہیں اگر یہ بات بُری لگے تو ہزار دفعہ لگے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں انہیں یہ بات بھی بُری لگتی ہے مگر ہم یہی کہیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے اسلام کی موت ہے مگر ہم نے اسلام کو زندہ

کرنا ہے یہ بات اگر تمہیں بُری لگتی ہے تو ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین میں مدفون بتاتے ہیں احراری اسے ہتک سمجھتے ہیں لیکن ہم حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کو رسول کریم ﷺ کی ہتک سمجھتے ہیں اور اسے ہم کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتے یہ بات اگر انہیں بُری لگے تو بے شک لگے محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک کے مقابلہ میں ہم کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ اسی طرح ہم پر ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ہم انگریزوں کی خیر خواہی کرتے ہیں لیکن کیا انگریزوں سے ہماری کوئی رشتہ داری ہے جو جرمنوں اور فرانسیسیوں سے نہیں۔ انگریز ہمیں کیا دیتے ہیں یہی گالیاں ہی ہیں جو مل رہی ہیں مگر اس کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری صرف ایک دو یا چار افسروں پر عائد ہوتی ہے اس کی وجہ سے ہم ساری قوم پر کس طرح الزام دے سکتے ہیں پھر یہ دو چار افسر بھی ہندوستانیوں کے بہکائے ہوئے ہیں بعض ہندوستانی افسر ہیں جو اپنی چوہدراہٹ جتانے کے لئے جھوٹی باتیں اور رپورٹیں ان کے پیش کرتے رہتے ہیں ان کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ ان ہندوستانی افسروں کو سچا سمجھ لیتے ہیں لیکن ہم انگریزوں کی تعریف اس اصل کی خاطر کرتے ہیں جسے انہوں نے دنیا میں جاری کیا ہے اور یہ خدا کی دین ہے۔

سلطنت برطانیہ کے کئی حصے ہیں جو آزاد کے آزاد ہیں اور اکٹھے کے اکٹھے۔ اسی اصل پر دنیا کے امن کی بنیاد قائم ہوسکتی ہے۔ افغانستان ایران سے لڑسکتا ہے مگر پنجاب سندھ سے نہیں لڑسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انگریزوں کو سمجھ دی اور انہوں نے ایسی سلطنت بنالی ہے اب یہ ایک فضل ہے اور کون ہے جو اسے ان سے چھین سکے، یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے اور اس کا انکار کیونکر ہوسکتا ہے اور ہم اس کا انکار اس وجہ سے کیونکر کر سکتے ہیں کہ احراری ہمیں انگریزوں کا حمایتی سمجھتے ہیں یا بعض ہندوستانی افسر ہمارے مخالف ہیں ہم تو سچائی کے نوکر ہیں بینگن کے نہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی تعلیم دی ہے جو سچائی ہو، اسے لے لو خواہ کوئی بندہ راضی ہو یا ناراض۔ کہتے ہیں کہ کسی راجہ نے ایک دن بینگن کی تعریف کی کہ یہ بہت اچھی چیز ہے ایک درباری نے یہ سن کر بینگن کی تعریفوں کے پُل باندھ دیئے اور یہ بھی کہا کہ اس کی شکل ہی ایسی ہے جیسے کوئی صوفی گوشہ میں بیٹھا عبادت کررہا ہو لیکن کھانے سے جب راجہ کو بواسیر ہوگئی اور ایک دن اُس نے بینگن کی مذمّت شروع کر دی تو اُسی درباری نے دنیا جہان کے تمام نقائص بینگن میں بیان کر دیئے اور کہا کہ حضور! اس کی تو شکل ہی ایسی ہے جیسے ہاتھ منہ کالا کر

کے کسی کو پھانسی پر لٹکا یا گیا ہو۔ کسی نے اسے کہا تم نے اُس دن تو بینگن کی اس قدر تعریف کی تھی اور آج اتنی مذمّت کرتے ہو؟ اس پر وہ کہنے لگا ہم تو راجہ کے نوکر ہیں بینگن کے نہیں مگر ہماری یہ مثال نہیں، ہم تو اللہ تعالیٰ کے نوکر ہیں ہمیں نہ تو انگریزوں کی خوشنودی مدّ نظر ہے اور نہ احراریوں کی دشمنی۔ ہمارے رویہ سے خواہ انگریز یہ دھوکا کھائیں کہ خوشامدی ہیں اور خواہ احراری اس غلط فہمی میں مبتلاء ہوں کہ یہ حکومت کے ایجنٹ ہیں مگر ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہر ایک کی نیکی دیکھو کیونکہ نیکی کو دیکھنے والی آنکھ ہی خدا تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہے اب نیکی اگر احرار میں بھی کوئی ہو تو ہم اسے بھی بیان کریں گے ہمیں یہی حکم ہے کہ جس میں جو خوبی ہو اسے بیان کرو۔ بیسیوں خوبیاں فرانسیسیوں اور جرمنوں میں ہیں اور ہم نے ان کے بیان کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا پھر انگریزوں میں کوئی نقص ہو تو اسے بھی ہم بیان کرنے سے نہیں ڈرتے۔ لارڈ اِرون کے زمانہ میں جو اَب لارڈ ہیلی فیکس ہیں جب مسز نیڈو کو گرفتار کیا گیا تو میں نے انہیں چٹھی لکھی کہ عورت کو گرفتار کرنا ٹھیک نہیں۔ پھر کانگرسیوں کو جن دنوں مارا جاتا تھا، میں نے لکھا کہ یہ غلط طریق ہے اس سے ہمارے دل کو بھی چوٹ لگتی ہے، اس کی بجائے کوئی اور علاج ہونا چاہئے مگر انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ جو کانگرسیوں کو زدوکوب کرنے پر معترض ہیں خود بھی کانگرسی ہیں بلکہ میری چٹھی پر غور کیا گیا اور لارڈ اِرون نے مجھے لکھا کہ آپ سر مونٹ مورنسی سے ملنے کے لئے ایک وفد بھیجیں جو ان کے ساتھ مناسب تجاویز پر DISCUSSION کرے اور پھر مجھے بھجوائیں چنانچہ اس طرح بعض تجاویز پر عمل بھی کیا گیا تو اچھی بات ہمیں جہاں بھی نظر آئے ہم اس کی تعریف کریں گے اور بُری جہاں بھی ہوگی اس کی مذمت کریں گے۔ بعض افسر غلطیاں کر سکتے ہیں مگر احرار نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ بہت ہی عجیب ہے وہ اتنے حُر ہو گئے ہیں کہ نیکی کی تعریف سے بھی آزاد ہو گئے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں کی ہر چیز بُری ہے حتّٰی کہ ملک معظّم کی سلور جوبلی بھی ان کے لئے ماتم کا موقع ہے۔ ظفر اللہ خان کا تقرر بھی بُری چیز ہے حالانکہ اگر وہ ہمیں مسلمانوں سے نکال بھی دیں تو بھی کبھی تو ہمیں بھی یہ حق ملتا ہے خواہ ہزار سال میں ہی سہی لیکن حق تو ہمارا بھی ہے پھر وہ پہلے مل گیا یا بعد میں انہیں اعتراض کا کون سا موقع ہے۔ اوّل تو یہ غلط ہے کہ پنجاب میں ہماری آبادی چھپن ہزار ہے لیکن اگر اسے ہی صحیح سمجھ لیا جائے اور ہندوستان کے باقی احمدیوں کو چھوڑ دیا جائے تو بھی کبھی تو چھپن ہزار کی باری بھی آنی ہے چھپن ہزار آٹھ کروڑ کا

سولھواں سواں حصہ ہی کیوں نہ سہی مگر کبھی نہ کبھی تو اس کی باری بھی ضرور آئے گی اب اگر اسی تقرر کو وہی باری سمجھ لیا جائے تو ان کے لئے چیخنے چلاّنے کا کون سا موقع ہے یہی سمجھ لیں کہ ہماری باری آ گئی ہے۔ پھر جب کوئی دوسرا احمدی مقرر ہوگا تو ہم کہیں گے یہ دوسرا سولھواں سواں حصہ ہے حکومت نے مینارٹی (MINORITY) کو پہلے موقع دے دیا ہے اوّل تو حکومت نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا تقرر ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے کیا ہی نہیں بلکہ ایک قابل شخص دیکھ کر کیا ہے لیکن اگر احمدی سمجھ کر ہی کیا ہو تو اعتراض کی کیا بات ہے۔ کیا ۵۶ ہزار کا نمائندہ کبھی ہونا ہی نہیں چاہئے؟ بمبئی گورنمنٹ میں ایک وزیر پارسی ہے حالانکہ ہماری تعداد پارسیوں سے کہیں زیادہ ہے مگر ہندوؤں نے پارسی وزیر کے تقرر پر کبھی شور نہیں مچایا کہ ان کی سارے ملک میں ایک لاکھ تعداد ہے اسے کیوں مقرر کیا گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقلمند قوم ہے اور اس بات کو سمجھتی ہے پھر سر جوزف بھور عیسائی تھے پھر عیسائیوں کی تعداد چند لاکھ ہے اور ہندوؤں کا بھی ایک وزیر تھا جن کی تعداد چوبیس کروڑ ہے مگر ہندوؤں نے اس پر کبھی شور نہیں مچایا حالانکہ ہندو قوم عہدوں کے لئے جان دیتی ہے مگر پھر بھی وہ اتنی بات سمجھتے ہیں کہ بیوقوفی کا اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ اسی طرح یہ لوگ ہمیں اپنے سے علیحدہ ہی سمجھیں مگر اتنی تو عقل دکھائیں کہ کیا ہمارا حصہ کبھی نہیں ملے گا؟ ہم نکلے ہوئے ہی سہی مگر مسلمانوں سے ہی نکلے ہوئے ہیں اور ہمارا حصہ بھی ان میں سے ملے گا ہندوؤں میں سے نکلی ہوئی قوم کو اگر ان کے حصہ سے حصہ ملتا ہے تو مسلمانوں میں سے جو قوم نکلی ہوا سے مسلمانوں کے حصہ سے ملے گا غالب نے کہا ہے

گو واں نہیں پہ واں سے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبہ سے اِن بُتوں کو بھی نسبت ہے دُور کی

تو جسے مسلمانوں سے تعلق ہوگا اسے حصہ بھی انہیں سے ملے گا اور وہ انگریزوں نے احمدیوں کو دے دیا۔ انگریزوں نے تو اچھا کارکن اور قابل آدمی سمجھ کر دیا ہے لیکن اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ احمدی سمجھ کر دیا ہے تو اس پر شور مچانے کی کوئی وجہ نہیں۔

پس ان لوگوں کی ہر چال اُلٹی ہے اور انہوں نے لوگوں کو اپنے سے اس قدر متنفر کر لیا ہے کہ لوگ اپنے طور پر انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ میں لاہور جاتا ہوں تو بڑے بڑے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ یہ فساد کب ختم ہوگا یہ تو بہت بُری سپرٹ کا اظہار کر رہے ہیں اس طرح تو ان سے کوئی شریف مسلمان

بھی نہیں بچ سکتا۔ میں ان کو یہی جواب دیتا ہوں کہ یہ آپ ہی لوگوں میں سے ہیں آپ ہی اس فتنہ کو ختم کر سکتے ہیں۔ حق یہی ہے کہ ان کی حرکات کو سب شرفاء سخت ناپسند کرتے ہیں ہاں عوام دھوکا میں آ جاتے ہیں کیونکہ یہ انہیں بتاتے ہیں کہ احمدی رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے جس سے عوام دھوکا میں آ جاتے ہیں اس طرح یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے ساتھ کھیل رہے ہیں بجائے اس کے کہ اسے قائم کریں، اس پر حملے کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کوئی کھلونا نہیں کہ اسے شرارت کے لئے استعمال کیا جائے۔ غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کا نام ہی اس رنگ میں بار بار مت لیا جائے جیسے یہ لے رہے ہیں۔ قومی اور سیاسی جھگڑوں میں رسول کریم ﷺ کا نام لانا اور اس رنگ میں اسے استعمال کرنا سخت ہتک ہے یہ لوگ دوسروں پر الزام دیتے ہیں حالانکہ ہتک خود کر رہے ہیں۔ میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب یہ لوگ اس قدر ٹیڑھی چال چل رہے ہیں تو ان پر غصہ کیسا؟ اسلام میں تفرقہ یہ لوگ پیدا کر رہے ہیں، حکومت سے لڑائی یہ کر رہے ہیں، خدا تعالیٰ نے دنیا میں امن کے قیام کے لئے امپائر قائم کیا تھا مگر یہ اس سے بھی بگاڑ پیدا کر رہے ہیں وہ تو ہر چال اُلٹی چلتے ہیں ان کی مثال تو وہی ہے جو قرآن کریم نے بتائی ہے کہ اَفَمَنْ يَّمْشِىْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ[2] ایسے لوگوں سے ہمیں کیا شکوہ اور گلہ ہو سکتا ہے تمہیں چاہئے کہ شکوہ اور گلہ اپنے نفسوں سے کرو اور اللہ تعالیٰ کے حضور کرو۔ جب گالیاں سنو فوراً عہد کرو کہ اتنے دن تبلیغ کے لئے اور وقف کریں گے اور ایسے مواقع کے لئے جو نوجوانوں کو بے قابو کر دینے والے ہوتے ہیں چاہئے کہ ہر محلے والے گیارہ گیارہ اشخاص کی ٹولیاں بناویں جن میں سے ایک افسر ہو جو اس بات کا ذمہ دار سمجھا جائے کہ محلّہ میں آ کر بھی خواہ کوئی گالیاں دے وہ اپنی ٹولی کے افراد کو معیارِ اخلاق سے نہیں گرنے دے گا اور سمجھاتا رہے گا کہ صبر سے کام لینا چاہئے، تبلیغ کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ شورش بھی ہمارے لئے بابرکت ثابت ہو رہی ہے۔ میں پرسوں ہی آیا ہوں واپسی پر جو ڈاک ملی اس میں دو ہندوؤں کے خطوط تھے ایک تو ایک بڑے سرکاری افسر کا لڑکا ہے اس نے لکھا ہے کہ میں اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں دوسرا بھی ایک معزز آدمی ہے اس نے لکھا ہے کہ مجھے اسلام سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے، مجھے لٹریچر بھجوایا جائے تو یہ گالیاں بھی لوگوں کو ہماری طرف متوجہ کر رہی ہیں۔ ایک شخص نے مجھے خط لکھا کہ میں نے اتنی پیشگوئیاں آپ کو لکھ کر بھجوائی ہیں مگر آپ

نے ان کے خلاف اخبار الفضل میں کبھی کچھ نہیں کہا آپ مخالفت ہی کریں مگر لکھیں تو سہی۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ آپ کا غصہ بجا ہے مگر مخالفت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیتا ہے جن کی فطرت گندی ہوتی ہے اور گالیاں دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ کوئی بوڑھا آدمی کسی حکیم کے پاس گیا کہ مجھے فلاں بیماری ہے۔ اس نے کہا بڑھاپے کی وجہ سے۔ اس نے کہا قبض بھی ہے۔ اس نے جواب دیا بڑھاپے کے باعث ہے۔ اس نے کہا کھانسی کی بھی شکایت ہے۔ حکیم نے کہا بڑھاپے کا نتیجہ ہے۔ بوڑھے نے کہا بھوک نہیں لگتی۔ حکیم نے کہا بڑھاپے کا اثر ہے۔ اس پر بوڑھے کو طیش آ گیا اور اس نے کہا میں تو اِس خبیث کے پاس علاج کے لئے آیا تھا مگر یہ ہر بات پر بڑھاپا بڑھاپا کرتا جاتا ہے اور اسے گالیاں دینے لگ گیا حکیم نے سب کچھ سن کر کہا یہ بھی بڑھاپا ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ ان لوگوں کا اس طرح گالیاں دینا ان کی گندی فطرت پر دلالت کرتا ہے اور تم خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی قوم سے نکال لیا جس کے اخلاق اس قدر گر چکے ہیں اور جس کے لیڈر اِس قدر گندے ہیں۔ (الفضل ۷ رمئی ۱۹۳۵ء)

۱؎ اٰلِ عمرٰن: ۱۲۰ ۲؎ الملک: ۲۳